دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

عذابِ سیلاب، اسباب اور حل

پنجاب اور خیبر پختونخوا میں بارشوں اور سیلاب کا سلسلہ جاری ہے۔ جنوبی پنجاب کے کئی دیہات سیلاب کی نذر ہو گئے۔ اسی طرح چترال اور پشاور کے بہت سے علاقے پانی میں ڈوب گئے۔ پاک فوج کے جوان، متاثرین کو محفوظ علاقوں میں منتقل کرنے، انہیں خوراک اور دیگر امدادی سامان پہنچانے میں حسبِ سابق مثالی خدمات انجام دے رہے ہیں دیگر سماجی وفلاحی اداروں کی طرف سے بھی امدادی سرگرمیاں جاری ہیں۔ یقیناً یہ ایک بڑی خدمت ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ تو ایک پہلو ہے جس پر پوری قوم کی توجہ مرکوز ہے لیکن دوسرے پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سیلاب تو ہر سال آتے ہیں، بارشیں بھی ہوتی ہیں، جانی و مالی نقصانات بھی ہوتے ہیں، اس کے ظاہری اسباب پر تفصیلی بحث و تمحیص بھی ہوتی ہے، بچاؤ کی تجاویز غور و فکر کے بعد منظور ہوتی ہیں۔ آئندہ کے لیے منصوبے طے ہوتے ہیں، سیلاب گزر جاتا ہے، منصوبے کاغذوں میں ہی دب جاتے ہیں اور سال بعد پھر سیلاب آ جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء میں پہلا سیلاب آیا اور تب سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے حکمرانوں کی تان بالآخر یہاں آ کر ٹوٹ جاتی ہے کہ بھارت دریاؤں میں پانی چھوڑ دیتا ہے اور یہ پاکستان کو تباہ کرنے کی بہت بڑی سازش ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اس سازش کو ناکام بنانے کا کوئی حل اور توڑ بھی ہے کہ نہیں؟ بھارت نے درجنوں ڈیم بنا کر پانی محفوظ بھی کیا اور توانائی بھی حاصل کی جبکہ فالتو پانی پاکستان کی طرف چھوڑ دیا۔ ستلج اور راوی سارا سال خشک رہتے ہیں اور جب بھارت پانی چھوڑتا ہے تو ان میں طغیانی آ جاتی ہے۔ جنرل ایوب خان کے دور میں اس مسئلہ پر توجہ دی گئی اور ڈیم بنائے گئے۔ اس کے بعد کے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے ڈیموں کی تعمیر کو ہی متنازعہ بنا کر اپنی مفاد پرستانہ سیاست کی نذر کر دیا۔ کالا باغ ڈیم کو ہی لیجیے، اس پر اتنی بحث ہوئی اور اتنی مخالفت ہوئی کہ اب یہ موضوع مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ موجودہ حکومت ہی اس طرف توجہ کر لے۔ پورا ملک بجلی کے شدید بحران سے دوچار ہے۔ شہر اور دیہات تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ صنعتیں تباہ ہو گئی ہیں، سرمایہ کار بھاگ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں۔ غریب اور مزدور کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا ہے۔ شمسی توانائی (سولر انرجی) متبادل نظام کے طور پر متعارف کرایا گیا لیکن وہ بھی ٹیکسز لگا کر اتنا مہنگا کر دیا گیا ہے کہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ حکمرانوں کو تو اپنے اللّوں تللّوں کے لیے پیسے چاہییں اور ان کے وزیران و مشیرانِ باتدبیران کے حصول کے لیے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے وِد ہولڈنگ ٹیکس لگا کر قوم کے لوٹنے کا راستہ ایک بار پھر نکالا ہے۔ ایک لاکھ روپے کی بینک ٹرانزکشن پر چھ سو روپے کا جگا

ٹیکس حکومت کو دینا پڑے گا۔ اس پر تاجروں کا احتجاج جاری ہے، وزیر خزانہ سے تاجروں کے مذاکرات ناکام ہو چکے ہیں اور ملک میں ایک بار پھر ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ زرداری صاحب لوٹ مار کر کے ملک سے فرار ہو چکے ہیں۔ عمران خان دھرنوں میں فحاشی و عریانی کا ناٹک رچا کر اور انتخابات میں دھاندلی کے الزامات لگا کر اپنی ہی تجویز پر قائم ہونے والے جوڈیشل کمیشن کے فیصلے کے بعد جس ذلت سے سیاسی موت کا شکار ہوئے ہیں وہ ان کی سیاسی نابالغی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں شمالی علاقوں میں زلزلہ آیا، متأثرین کی امداد میں جو غیر ملکی سامان آیا وہ ان کے وزرا نے بندر بانٹ کی بھینٹ چڑھایا۔ حتیٰ کہ اٹلی سے امداد میں آنے والے شاندار کمبل، وزیر اعظم کے گیسٹ ہاؤس میں استعمال ہوئے اور اٹلی سے آئے ہوئے مہمانوں پر ڈال دیے گئے۔ ان مہمانوں نے اس پر شکوہ بھی کیا لیکن اس کا اثر کسی شریف آدمی پر ہی ہوسکتا ہے۔ بھٹو کی باقیات نے بھی وہی آموختہ دہرایا۔ سابق وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی بیوی کو سیلاب زدگان کی امداد میں آیا ترک وزیر اعظم کی بیوی کا قیمتی ہار پسند آ گیا جو انہوں نے ذاتی ملکیت بنا لیا۔ حال ہی میں گیلانی صاحب نے وہ ہار جس بے شرمی اور ڈھٹائی سے واپس جمع کرایا وہ بھی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے۔

یہ بارشیں اور سیلاب اللہ کا عذاب بھی ہیں۔ اس کا اصل پہلو یہی ہے جس پر غور کرنے، رجوع الی اللہ اور توبہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ رمضان المبارک ہماری تمام تر گناہ گاریوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے باوجود ہم پر اپنی رحمتیں برساتا اور مغفرت و عافیت کی بشارتیں سناتا ہم سے رخصت ہو گیا۔ لیکن ہم نے اللہ کے مہمان 'رمضان' کے ساتھ کیا سلوک کیا، عید الفطر کیسے گزاری، اور اب کیا کر رہے ہیں؟ اس پر ذرا بھی غور نہیں کیا۔ ہمارے ٹی وی چینلز پر سحر و افطار کے وقت جو پروگرام چلتے رہے کیا رمضان کا یہی تقاضا تھا؟ سحر و افطار کے مبارک لمحات کو بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو فروخت کر کے فحاشی، بے حیائی، بے غیرتی اور دیوثی کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس بہتی گنگا میں بعض دین فروش نام نہاد مولویوں نے بھی وضو کرنے سے گریز نہیں کیا۔ یہ سیلاب نہیں عذاب ہے۔ صرف بند باندھنے اور امدادی خدمات انجام دینے سے تو یہ عذاب نہیں ٹلے گا۔ جب تک توبہ استغفار اور رجوع الی اللہ کا اہتمام نہیں ہوگا' عذاب نہیں ٹلے گا۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں کو تو شاید اس کی فرصت نہیں ملے گی، قوم ہی توجہ کر لے یہ مسائل اور مشکلات ہمارے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ کسی اور کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے کی بجائے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اس کا حل ہمیں خود ہی نکالنا ہے کسی دوسرے ملک نے نہیں۔ یہ فساد ہم نے خود پیدا کیا ہے اور اس کی سزا بھی ہم ہی بھگت رہے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کر رہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ شاید وہ باز آ جائیں۔ (الروم: ۴۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا